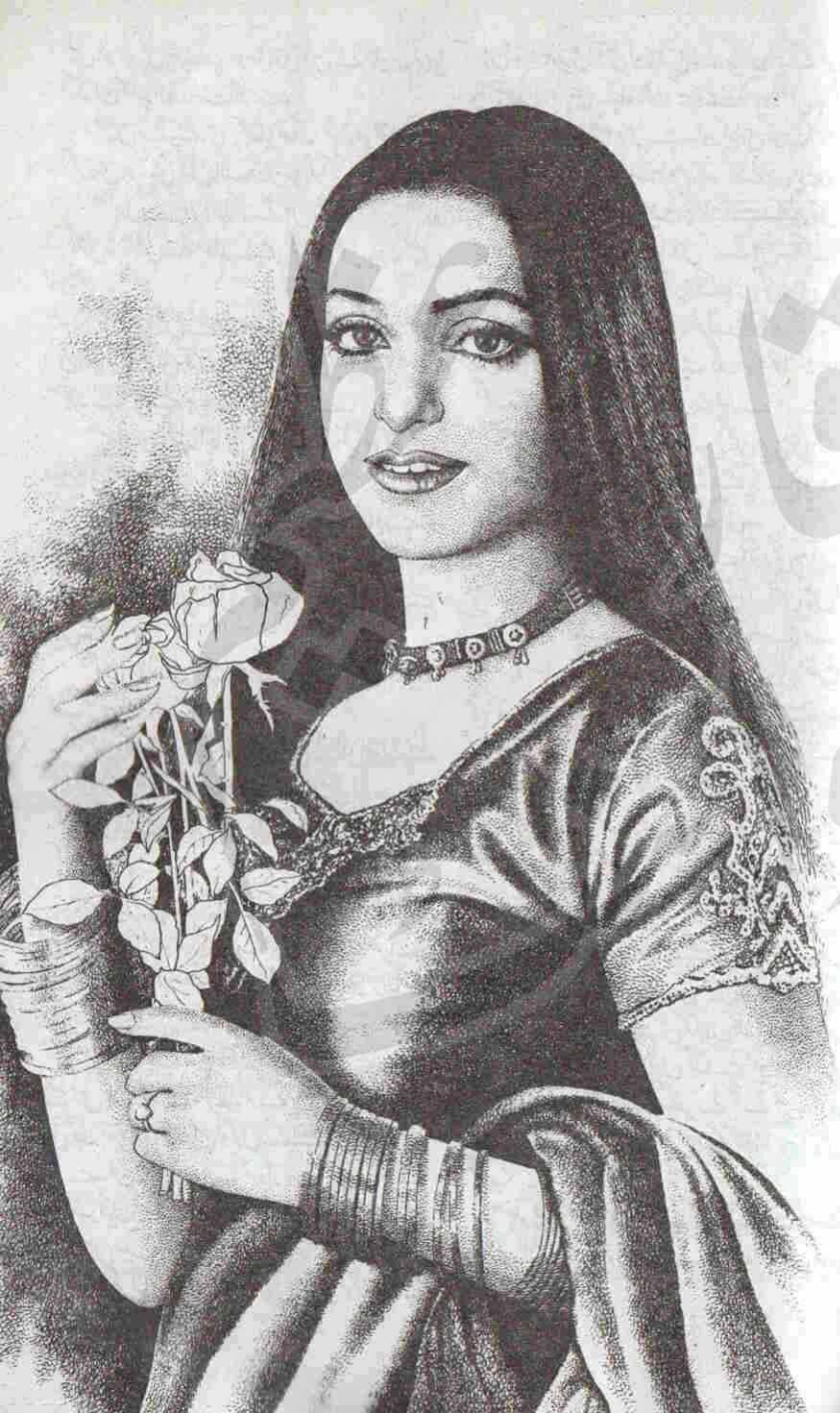

فوزیہ فرخ

عمر ادھوری دل کی سزا

"آخر آپ نے سمجھ کیا رکھا ہے؟ مجھے کمزور جان کر جو غنڈہ گردی چاہیں گے، روا رکھیں گے؟"

"سنیے محترمہ! الفاظ استعمال کرنے سے پہلے ان کی معنی پر اچھی طرح غور فرمالیا کریں۔ یہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، اسے حق کی آواز بلند کرنا کہتے ہیں، غنڈہ گردی نہیں۔" اس کا اطمینان قابل دید تھا۔

"کون سا حق؟ کہاں کا حق؟ گھر میرا ہے۔ آپ محض کرائے دار ہیں۔" وہ غصے سے باقاعدہ کانپنے لگی تھی۔

"یہی تو میں بھی گھنٹہ بھر سے سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ گھر آپ کا ہے، پانی کا بل آپ کو ہی ادا کرنا چاہیے۔"

"یہ بھی خوب رہی۔ پانی تو آپ استعمال کر رہے ہیں پھر اس کا بل میں کیوں بھروں؟" وہ بھنائی۔

"اس لیے کہ ہمیں پانی فراہم کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔"

"اگر یہ بات ہے پھر تو بجلی، گیس، ٹیلیفون سب کی فراہمی میرے ذمے ہے۔ ان تمام کے بل بھی مجھے دے دیں۔"

"یہ لیں..." اس نے جیبیں ٹٹول کر مزید کچھ بل نکالے۔ اور عفرا کا پارہ آسمان پر چڑھ گیا۔

"دیکھیں، آپ حد سے بڑھ رہے ہیں۔"

"گھبرا کیوں رہی ہیں۔" وہ مسکرا کر بولا۔ "یہ سب ادا شدہ ہیں۔ حالانکہ اصولاً" تو واقعی یہ بھی مالک مکان کی ذمہ داری ہونا چاہیے لیکن چلیں کیا یاد کریں گی۔ اس فکر سے میں آپ کو آزاد کرتا ہوں۔ لیکن پانی کے بل کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، یہ کام تو میں نے آج تک نہیں کیا۔ کوئی پہلی دفعہ تھوڑا ہی کرائے دار بنا ہوں۔ پورا پچیس سالہ تجربہ ہے میرے پاس۔" غالباً" وہ رعب جمانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"جی، وہ تو آپ کی حرکتوں سے ظاہر ہے۔" وہ جل کر بولی۔

"محترمہ! آپ چاہے جلی کٹی پہ اتریں، چاہے بد دعاؤں پر۔ مگر میں اپنے فیصلے میں ذرا تبدیلی نہیں کروں گا۔ بھئی آپ کا کیا بھروسہ، کل کو پراپرٹی ٹیکس آئے گا تو وہ بھی میرے سر ڈال دیں گی۔"

"نہیں۔ وہ میں کیوں ڈالوں گی۔ اسے تو آپ خود ہی سر کا تاج بنا کر پہنیں گے۔ میری پراپرٹی پر قبضے کا خیال ہے۔"

"ہے تو نہیں۔ لیکن اگر آپ اسی طرح الٹے سیدھے مطالبات کرتی رہیں تو شاید یہی کرنا پڑے۔"

پرلے درجے کا ڈھیٹ تھا وہ۔ اس سے بحث کرنا کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ بلاوجہ میں وقت کا ضیاع۔ وہ پیر پٹختی اندر چلی آئی۔

"کیوں؟ ہوا کوئی فائدہ؟" خالہ نے اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگانے کی کوشش کی۔ جواب

میں جو تبدیلی چہرے پر رونما ہوئی اس نے ثابت کردیا کہ ان کا اندازہ درست نکلا ہے۔

"میں نے پہلے ہی سمجھایا تھا کہ تم خواہ مخواہ بحث کررہی ہو۔ پانی کا بل مالک مکان ہی ادا کرتے ہیں۔"

"کیوں... کیوں ادا کرتے ہیں مالک مکان؟" وہ بگڑی۔ "میں نے معاہدے میں تو ایسی کوئی بات نہیں دیکھی۔"

"بعض باتیں طے شدہ ہوتی ہیں۔ تمہیں اگر نہیں دینا تھا تو پہلے ہی کہہ دیتیں۔ اصل میں یہ تمہارا پہلا تجربہ ہے اسی لیے ہر بات پر غصہ آرہا ہے۔"

"پہلا ہی تجربہ اتنا تلخ ہے تو آگے کیا ہوگا؟" وہ بڑبڑائی۔

"اب ایسے بُرے لوگ بھی نہیں ہیں۔ ظاہر ہے جو بات ان کے لیے نقصان دہ ہوگی۔ اس میں تو بحث کریں گے ہی۔ ورنہ باقی تو ہر لحاظ سے تعاون کررہے ہیں۔"

"کون سا تعاون؟ پہلے ہمارے فون پر قبضہ جمالیا۔ اب بل پر جھگڑا۔"

"فون کا مسئلہ بھی تو تمہاری غلطی سے ہی ہوا۔ پہلے اندازہ تو کرلیتیں کہ نئے سیٹ اپ میں ایڈجسٹ کرسکو گی یا نہیں۔ پھر فون کرائے داروں کے حوالے کرتیں۔"

"میں کیا کرتی۔ سب لوگ پیچھے پڑ گئے کہ اکیلی کیسے رہو گی۔ ساتھ چلو، ساتھ چلو۔ مجبوراً" رخت سفر باندھ لیا۔ یہ تو وہاں جاکر معلوم ہوا کہ کسی کے ساتھ رہنا کتنا مشکل کام ہے۔" کہتے ہوئے وہ اداس ہوگئی۔

"میں نے کب سوچا تھا کہ اتنی محبتوں سے بنائے گئے اس گھر کے حصے بخرے کرنے پڑیں گے۔ ہر کمرہ اپنی جگہ ضروری تھا۔ ان لوگوں کے حصے میں جو پورشن آیا ہے۔ ان میں سے ایک کمرہ لائبریری، ایک سٹنگ روم اور ایک گیسٹ روم کے طور پر بنایا گیا تھا۔ ڈیڈی نے انہیں سیٹ بھی اسی لحاظ سے کیا تھا۔ باقاعدہ فرنیچر بنوایا تھا۔ مگر کیا ہوا۔ اب ان کمروں میں یہ لوگ رہتے ہیں۔ لائبریری آنٹی اور فرح کے بیڈ روم کے طور پر استعمال ہورہی ہے۔ اور گیسٹ روم وہ اس بدتمیز شخص کے لیے مخصوص ہے۔ اور کیا ہی خوب استعمال کیا ہے اس نے گیسٹ روم کا۔ آئے دن یونیورسٹی سے کوئی اوٹ پٹانگ دوست پکڑ لاتا ہے۔ پھر دونوں مل کر دل بھر کر کمرے کا ستیاناس کرتے ہیں۔ ایک دفعہ میں کسی کام کی غرض سے فرح کے پاس گئی ہوئی تھی۔ غلطی سے اس کے کمرے کی طرف نگاہ اٹھ گئی۔ افوہ، کیا بتاؤں رونا آنے لگا۔ ایسے لگ رہا تھا، بیسیوں گدھے لوٹیں لگا کر گئے ہوں۔ پورے کمرے میں کتابیں بکھری ہوئی، بستر کی چادر زمین پر پڑی تھی۔ ایک طرف چائے کے کپ اوندھے پڑے ہوئے۔ اور... اور..." وہ ذہن پر زور ڈالنے لگی۔

"رہنے دو۔ اتنا ہی کافی ہے۔ ویسے داد دینی پڑتی ہے تمہاری ایک "غلطی سے ڈالی نظر" کی کہ جس میں اتنا کچھ سما گیا۔" خالہ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔

"اونہوں خالہ! آپ سمجھیں نہیں۔ پہلی نظر میں تو کچھ سمجھ میں ہی نہیں آیا۔ حیران ہوکر میں نے دوبارہ دیکھا۔ تب پتا چلا۔" اس نے معصومیت سے وضاحت کی۔ اور آگے شروع ہوگئی۔

"اور پتا ہے، جب میں نے فرح کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا تو اس نے کندھے اچکا دیے۔ صاف معذرت کرلی کہ "بھئی میں کیا کروں۔ بھائی کے کمرے کو ہاتھ لگانا تو ایسے ہے گویا بھڑ کے چھتے میں ہاتھ ڈالنا۔ اول تو کسی صورت کچھ قابو میں ہی نہیں۔ نہ الماری کی سٹنگ کا کچھ پتا چلتا ہے۔ نہ ہی کتابوں کا۔ ایک کے بعد ایک نکلی چلی آتی ہیں۔ یوں لگتا ہے، یونیورسٹی کی ساری لائبریری خالی کرکے گھر لے آتے ہیں۔" وہ پورے ایکشن کے ساتھ فرح کے الفاظ دہرا رہی تھی۔

"چلو پھر تو اچھا ہی ہوا۔ یہ کمرہ بیک وقت گیسٹ روم اور لائبریری دونوں مقاصد کے لیے استعمال ہورہا ہے۔"

"اڑالیں مذاق آپ بھی۔" وہ برا مان گئی۔ "اب تو ساری سٹنگ کا تیاپانچہ ہو ہی چکا ہے۔ اب تو سننا ہی پڑے گا۔"

"کوئی تیاپانچہ نہیں ہوا۔ تم نے خواہ مخواہ میں بیرپال لیا ہے اس سے۔ مجھے تو وہ ایک سیدھا سادا سا لڑکا دکھائی دیا تھا۔"

"ہونہہ... سیدھا سادا۔ ابھی آپ اس کی فضول گوئی سن لیتیں ناں تو سارا امپریشن ٹھکانے لگ جاتا۔" وہ بڑبڑائی۔

☼ ☼ ☼

گھر کو کرائے پر چڑھانے کا یہ خیال پاپا کے دل میں ہی آیا تھا، ورنہ وہ تو شاید کبھی ایسا نہ ہونے دیتی۔ لیکن ممی کے بعد پاپا کا دل یوں بھی گھر ـــــ سے کچھ اچاٹ سا ہوگیا تھا۔ انہوں نے خود کو کام میں بے تحاشا مصروف کرلیا تھا۔ پھر ان کے آفس سے ٹرانسفر کے آرڈر بھی آگئے جس کے نتیجے میں دو سال کے لیے انہیں اسلام آباد جانا تھا۔ ایسے میں انہوں نے یہی بہتر سمجھا کہ گھر کا ایک پورشن کرائے پر اٹھا دیا جائے۔ اور باقی گھر میں سامان رکھوا کر لاک کردیا جائے۔ جبکہ عفرا یہ دو سال اپنے ماموں کے گھر میں گزار لے۔

خیال تو برا نہیں تھا۔ لیکن ان تمام منصوبوں کے پیچھے عفرا کی شخصیت بری طرح متاثر ہوگئی۔ وہ ممی کی اچانک ڈیتھ سے یوں بھی بہت دل گرفتہ تھی۔ پھر اس طرح گھر چھوٹ جانا، دونوں باتوں نے مل کر اسے اپ سیٹ کرڈالا۔ ذرا ذرا سی بات اسے رنجیدہ کردیتی۔ ماموں کے دو بیٹے تھے۔ جن کی عمریں پانچ سے آٹھ سال کے درمیان تھیں۔ دونوں پرلے درجے کے شرارتی۔ ہر وقت آفت ڈھائے رہتے۔ گھر کی کوئی چیز ان کی پہنچ سے دور نہ تھی۔ ایسے میں عفرا جیسی تنہائی پسند لڑکی کے لیے وہاں رہنا انتہائی دشوار ہوگیا۔

وہ شاید یہ بھی برداشت کرلیتی۔ لیکن انتہا یہ ہوئی کہ ممانی نے دونوں بچوں کو پڑھانے کی ذمہ داری اسے سونپ دی۔ یہ مرے پہ سو درے کے مترادف تھا۔ عفرا سے تو ان کی ویسے بھی نہ بنتی۔ چہ جائیکہ استاد اور شاگرد کا رشتہ؟ بچوں کو پڑھائی سے رتی برابر دلچسپی نہیں تھی اور عفرا کو بچوں سے لگاؤ نہ تھا۔ کوئی ایک ہی معتدل مزاج ہوتا تو یہ رشتہ نبھ جاتا۔ مگر یہاں دونوں شمال اور جنوب تھے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ عفرا چاہتی وہ آئیں، سنجیدگی سے ہوم ورک مکمل کریں اور واپس ہوجائیں۔ ادھر بچے چاہتے کہ عفرا آپی ان سے دن بھر کی شرارتوں کی روداد سنیں۔ جی کھول کر داد دیں۔ ٹافی سے نوازیں اور رخصت کردیں۔ پڑھائی کا ذکر ہی نہ آنے پائے، جب خیالات میں اس قدر عدم توازن ہو تو انجام ناکامی کی صورت میں ہی ہونا تھا۔

کچھ دنوں میں ہی عفرا نے استعفیٰ دینے کا اعلان کردیا، جبکہ بچے پہلے سے ہی خار کھائے بیٹھے تھے۔ دونوں کے پاس ایک دوسرے کے خلاف الزامات کی لمبی فہرست موجود تھی۔

"یہ دونوں پڑھنا ہی نہیں چاہتے۔"

"آپی ڈانٹتی بہت ہیں۔"

"یہ چاہتے ہیں، پڑھائی کے وقت بھی کھیل میں مصروف رہیں۔"

"آپی چاہتی ہیں، ہم کھیل کے وقت بھی پڑھتے رہیں۔"

"انہیں کچھ نہیں آتا۔"

"انہیں پڑھانا ہی نہیں آتا۔"

ممانی نے تمام صورت حال کا بخوبی جائزہ لیا۔ بچوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر کمرے میں بھیج دیا اور پھر عفرا کی کلاس لی۔

"وہ تو بچے ہیں مگر تم تو اچھی خاصی بڑی ہوگئی ہو۔ یہ کیا کہ بالکل ان کے مقابلے پہ آکے لڑائی کرو۔ بچوں کو پڑھانا مشکل ہی کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان پڑھانے میں دل لگائے۔ پہلے ان کے مزاج کو سمجھو، ان سے دوستی کرو۔ پھر دیکھو، کیسے نہیں پڑھتے وہ تم سے۔"

"مگر ممی...؟" وہ منمنائی۔

"ارے بھئی، محنت تو ہر کام میں کرنا پڑتی ہے۔

محنت کیے بغیر تو نہ چولہا جلتا ہے' نہ کھانا پکتا ہے' نہ صفائی ستھرائی ہوتی ہے۔ اور نہ دوسرے کام کاج۔ تمہیں اور تو کسی چیز میں دلچسپی نہیں۔ تو کم از کم اپنی تعلیم ہی کسی استعمال میں لے آؤ۔"

یہ آخری جملہ عفرا کی برداشت سے باہر ہو گیا۔ کیا کہنا چاہ رہی تھیں ممانی۔ وہ کوئی کام نہیں کرتی؟ ہاں ایک حد تک یہ درست تھا۔ مگر کیا اسی لیے اسے اس گھر میں لایا گیا تھا تاکہ نوکروں کی طرح کام لیا جا سکے۔ وہ اتنے ناز و نعم میں پلی تھی کہ کبھی ہل کر پانی پینے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ اور اب محض ایک وقتی قیام کے نتیجے میں اسے غلام سمجھا جا رہا تھا۔

آن کی آن میں اس نے طے کر لیا کہ اب وہ مزید یہاں ایک پل نہیں رکے گی۔ مگر پھر وہ کرے بھی تو کیا؟ ایسے میں اسے اور تو کچھ سمجھ میں نہ آیا' فوراً" اپنی چہیتی رضیہ خالہ کے ہاں فون کھڑکا دیا۔

ان کے حال پوچھتے ہی وہ منمنانے لگی۔ سارا احوال کہہ سنایا اور پھر فریاد۔

"کچھ کریں ناں خالہ! میرا یہاں بالکل دل نہیں لگتا۔"

"میں کیا کروں بچی! میری اپنی سمجھ میں نہیں آ رہا آخر حالات اتنے نازک کس طرح ہو گئے۔"

وہ مصلحتاً" چپ رہی۔ زیادہ تفصیل میں جاتی تو اپنی کوتاہیاں بھی گنوانا پڑتیں۔ اور پھر کیا خبر وہ خالہ کی ہمدردی سے ہی ہاتھ دھو بیٹھتی۔

"تو آخر اس مسئلے کا کیا حل نکالا جائے؟" تھوڑی دیر بعد خالہ نے سوال کیا۔

"میں کچھ نہیں جانتی۔ بس آپ کو مجھے اس مشکل سے نکالنا ہے۔" وہ ضدی لہجے میں بولی۔ جانتی تھی کہ خالہ سے اس کی ذرا سی بھی پریشانی برداشت نہیں ہو گی۔ وہ اس سے بہت محبت کرتی تھیں۔ اپنی تو ایک ہی بیٹی تھی جسے رخصت کر کے پردیس بھیج چکی تھیں۔ سال کے سال وہ چکر لگاتی تھی' ورنہ باقی وقت تو ان کی زیادہ تر محبتیں عفرا کے لیے ہی وقف تھیں۔

اچانک عفرا کو ایک خیال آیا۔

"خالہ! اویس خالو آج کل کہاں ہیں؟"

"ارے ان کا کیا پوچھتی ہو۔ ان کے پیروں میں تو چکر ہے۔ آج کل سیالکوٹ گئے ہوئے ہیں زمینوں پر۔"

"تو اندازاً" کب تک واپس آ جائیں گے؟"

"دیکھو... وہاں کچھ مسئلے چل رہے ہیں۔ نمٹاتے نمٹاتے دو ایک مہینے تو لگ ہی جائیں گے۔"

"بس پھر بن گیا کام۔" اس نے چٹکی بجائی۔ "آپ ایسا کریں کہ میرے ساتھ چل کر میرے گھر میں رہیں۔"

"ہیں' ہیں۔ دماغ تو درست ہے تمہارا۔ کیا اول فول بک رہی ہو؟ کیا میرا اپنا گھر نہیں ہے جو تمہارے ساتھ چل کر رہوں۔"

"خالہ! آپ سے تو یہ امید نہیں تھی کہ یوں صاف انکار کر دیں گی۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"عفرا میری جان۔" خالہ فوراً" نرم پڑ گئیں۔ "سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"سمجھنے کی کیا بات ہے۔ آپ کے سسرال میں اتنے لوگ موجود ہیں پھر گھر کی کیا پریشانی۔ جو آپ کی اصل ذمہ داری ہیں' وہ تو سیالکوٹ گئے ہوئے ہیں۔ پھر آخر آپ کو کیا فرق پڑ جائے گا۔ اگر میرے ساتھ چل کر رہ لیں گی؟"

"مگر وہ تو جلد ہی واپس آ جائیں گے۔ پھر تو مجھے واپس آنا ہی ہو گا۔ اس کے بعد کیا ہو گا؟"

"ہونا کیا ہے۔ اکیلے رہوں گی۔"

"یہ بہت مشکل کام ہے عفرا!"

"کوئی مشکل نہیں ہے۔ کسی دوسرے کے گھر میں ایسے بوجھ بن کر جینے سے بہتر ہے' میں بہادروں کی طرح اپنے گھر میں رہوں۔"

"تم پریشان نہ ہو۔ میں بھائی صاحب سے بات کرتی ہوں۔"

"ان سے بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ صرف اپنا فیصلہ سنائیں۔ بولیے ہاں یا ناں؟"

اور خالہ کو ہتھیار ڈالتے ہی بنی۔

اس کے بعد کی سرگزشت کافی پیچیدہ تھی۔ ماموں ممانی نے بہت سمجھایا۔ پاپا فون کر کر کے سمجھاتے رہے۔ مگر عفرا کسی صورت نہ مانی۔ آخر کار سب نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

گھر واپس آ کر ایک نئی صورتحال کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ وہ گھر تو کہیں سے نہیں لگ رہا تھا جسے وہ چھوڑ کر گئی تھی۔ وہ آراستہ و پیراستہ کمرے' وہ صحن' لاؤنج سب تبدیل ہو چکا تھا۔ اس کے گھر میں چھ کمرے تھے۔ اب ان میں بیچ اس طرح دیوار آ گئی تھی کہ گھر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ عجیب گھٹا گھٹا سا ماحول تھا۔

"پتا نہیں پاپا کے دل میں کیا سمائی تھی۔ ٹھیک ہے ممی کے بعد انہیں گھر کی آرائش اچھی نہیں لگتی تھی۔ لیکن میرے دل کا تو خیال کرتے۔" وہ ایک دم سے اتنی ڈھیر ساری تبدیلیوں کے نتیجے میں بری طرح جھنجلا گئی تھی۔ طبیعت میں پہلے اتنا غصہ نہیں تھا۔ مگر اب تو ہر بات پر دھرا رہتا تھا۔ بلاوجہ کی ضد اور بیزاری سوار ہو گئی تھی۔ اور وہ دن بدن تنک مزاج ہوتی جا رہی تھی۔

ایک تو اس کے مزاج' اوپر سے کرائے دار' سیر پر سوا سیر کے مترادف۔ وہ تو سرے سے کسی غیر متعلقہ شخص کا وجود ہی گوارا کرنے کو تیار نہ تھی۔ چہ جائیکہ افنان جیسا بدتمیز جو ہر بات میں مداخلت کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔

پہلی جھڑپ تو فون کے سلسلے میں ہی ہو گئی تھی۔ پاپا نے یہ سوچ کر کہ اب ان کے گھر میں تو کوئی رہے گا نہیں' فون کا کنکشن افنان اور اس کی فیملی کے سپرد کر دیا تھا۔ اب وہ واپس آئی تو لازمی طور پر اسے یہ سہولت واپس چاہیے تھی۔ افنان نے صاف انکار کر دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ جب پہلے ایک بات طے ہو چکی تو اب فون واپس لینا گویا معاہدے کی خلاف ورزی تھی۔ البتہ وہ اس بات کے لیے تیار تھا کہ عفرا اپنا ٹیلی فون سیٹ واپس لے لے۔ کافی بحث و تکرار ہوئی۔ آخر اس کا حل یہ نکلا کہ مامی نے اپنے گھر میں موجود دو ٹیلی فون کنکشنز میں سے ایک عفرا کے نام ٹرانسفر کروا دیا۔ غالباً" وہ بھی اس کی آدم بیزاری سے تنگ آ چکے تھے اور چاہتے تھے کہ وہ اپنے گھر میں ہی کسی نہ کسی طرح سیٹ ہو جائے۔

بس تب سے ہر دوسرے دن کسی نہ کسی مسئلے پر بحث ہو رہی تھی۔ ہر جھگڑے کے بعد آنٹی مصالحت کا پرچم لے کر چلی آتیں۔ افنان کی بدتمیزیوں پہ معذرت کرتیں اور اپنی طرف سے مکمل تعاون کا یقین دلاتی رہتیں۔

☼ ☼ ☼

"اُفوہ۔ کیا یہی میچ دیکھنے کے لیے ہم نے اتنے پاپڑ بیلے تھے۔"

وہ سخت جھنجلا رہی تھی پاکستانی ٹیم کی کارکردگی دیکھ کر۔

"غصہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ آئی ہو تو انجوائے کرو۔ کھیل میں ہار جیت تو ہوتی ہی ہے۔" اس کے ساتھ بیٹھی شمع مزے سے کولڈ ڈرنک پیتے ہوئے بولی۔

"ہارنا الگ بات ہے۔ مگر اس طرح' تھوڑی فائٹ تو کرنا چاہیے۔ یہ کیا کہ آپ بے بسی کی تصویر بنے کھڑے رہیں اور مخالف ٹیم رنز کے پہاڑ کھڑے کر دے۔ میرا تو اعتماد اٹھ گیا پاکستانی باؤلروں پر سے۔"

"چلو باؤلروں نے تو جو کیا سو کیا۔ اب بیٹسمین ہی کون سا کارنامہ کر رہے ہیں۔" نوین بھی اس کی ہم خیال تھی۔

ابھی وہ اسی تبصرے میں مگن تھیں کہ سامنے سے شور کی آوازیں آنے لگیں۔ کنستر بجائے جانے لگے اور نعرے لگنے شروع ہو گئے۔ سب لوگ ہی مڑ مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ ادھر لڑکوں کا ایک بڑا غول موجود تھا۔ جو یہ ہنگامہ برپا کر رہا تھا۔

اب وہ باقاعدہ کوئی راگ الاپ رہے تھے۔

"الٰہی خیر' انہیں کیا ہوا؟ ٹیم تو اتنا برا کھیل رہی ہے۔ اور انہیں ہری ہری سوجھ رہی ہے۔" عفراء حیران ہو کر بولی۔

"کہیں زیادہ غم سے دماغ پر اثر تو نہیں ہو گیا؟" شمع

نے تبصرہ کیا۔

وہ لوگ مسرّت نذیر کے گانے کی ٹانگ توڑ رہے تھے۔

چلے تو کٹ ہی جائے گا سفر آہستہ آہستہ
ہماری ٹیم کھیلے گی مگر آہستہ آہستہ

ابھی گگلی کو دیکھو ' اک نئی ہار سے کتراؤ
پڑیں گے باؤنسر پہ باؤنسر آہستہ آہستہ

"ویسے گانا تو صحیح رہے ہیں۔" عفرا نے تعریف کرنے کے ساتھ ساتھ ذرا غور سے دیکھا تو ایک دم جیسے منہ میں کڑواہٹ گھل گئی۔

وہی نامعقول و بدتمیز کرائے دار اس کھیپ میں نہ صرف شامل تھا۔ بلکہ لہک لہک کے گا بھی رہا تھا۔

ہمارے بیٹسمین بھی یا الٰہی تیز ہو جائیں لگاتے ہیں یہ چوکے کس قدر آہستہ آہستہ

"واہ کیا بات کہی ہے؟" اب کے نوین نے تعریف کی۔

"ایک دم بکواس' خود نمائی کا پرانا طریقہ۔ ایسا لگ رہا ہے' میچ دیکھنے نہیں' خود کو دکھانے آئے ہیں۔"

"ہائیں! تمہیں کیا ہوا بھئی؟" سب نے چونک کے عفرا کو دیکھا۔ "ابھی تو ان کی تعریف کر رہی تھیں۔"

"غلطی کر رہی تھی میں۔ چلو اب یہاں سے چلیں۔ میچ میں کچھ نہیں رہا۔"

"ہاں یار۔ بہتر ہے نکل چلو۔ ابھی تک تو سب نارمل ہے۔ پتا نہیں بعد میں مجمع کے کیا تاثرات ہوں۔" ثمرہ کے کہنے پر وہ سب ہی بیگ سنبھال کے جانے کو تیار ہو گئیں۔

☼ ☼ ☼

آج وہ ہمت کر کے نیا بلب لے ہی آئی تھی۔ گیراج کا بلب تین دن پہلے فیوز ہو چکا تھا۔ شام ہونے کے بعد اندھیرا چھا جاتا تو اسے اور گھبراہٹ ہوتی تھی۔ وہ تو اسی وقت نیا بلب لگا دیتی لیکن مشکل یہ تھی کہ گیراج کی چھت اس کی دسترس سے دور تھی۔ اسی لیے منتظر تھی کہ ماموں چکر لگائیں تو وہ ان سے کہے۔ لیکن آج مونا کا فون آیا تو پتا چلا کہ ماموں ایک ہفتہ کے لیے لاہور گئے ہوئے ہیں۔ اب ان کا انتظار فضول تھا۔ اس لیے اس نے خود ہی ہمت کر ڈالی۔

رضیہ خالہ تو بس گاڑی کے سامنے کھڑی دعائیں پڑھ رہی تھیں۔ جب کہ وہ کسی نہ کسی طرح گیراج میں موجود گاڑی کی چھت پہ چڑھ گئی۔ اب اس کا ہاتھ بلب کور تک پہنچ رہا تھا۔ اس نے کور اتار کر پرانا بلب نکال لیا۔ نیا بلب لگانے سے پہلے یونہی اس نے فیوز بلب کا جائزہ لیا تو حیران رہ گئی۔ بلب تو کہیں سے بھی فیوز نہیں لگ رہا تھا۔

کچھ سوچ کر اس نے بلب دوبارہ ہولڈر میں لگا دیا۔

"خالہ! ذرا سوئچ تو آن کریں۔"

اس کے لہجے کی سنجیدگی کو محسوس کرتے ہوئے رضیہ خالہ نے لحہ بھر کو اسے دیکھا اور پھر سوئچ آن کر دیا۔

پل بھر میں گیراج روشن ہو چکا تھا۔

"ارے یہ بلب تو ٹھیک تھا۔ پھر جل کیوں نہیں رہا تھا۔" رضیہ خالہ حیران ہو کر بولیں۔ جبکہ عفرا پر اب کپکپی طاری ہو چکی تھی۔

"خالہ! بلب صحیح نہیں تھا۔ کل تک میں نے بار بار چیک کر کے دیکھا' یہ آن نہیں ہوا اور آج.....!"

"مطلب کیا ہے تمہارا؟"

"مطلب یہ کہ بلب کسی نے تبدیل کر دیا ہے۔" وہ کانپتی آواز میں بولی۔ ادھر خالہ کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی۔

"کیا؟ ہائے عفرا! سچ سچ اگر یہی بات ہے تو پھر تو یہاں رہنا خطرناک ہے۔ پتا نہیں کس نے ایسا کیا اور اس کی رسائی کہاں کہاں تک ہے؟ بس بہت ہو چکا۔ اب ہم یہاں نہیں رہ سکتے۔"

خالہ تو بالکل ہی ہمت چھوڑ بیٹھی تھیں۔ بے بسی سے اسے رونا آنے لگا۔ وہ خود کون سا یہاں رہنا چاہتی تھی۔ لیکن انا آڑے آتی تھی۔ پہلے ماموں کے گھر

جا کے رہنا' پھر اسے چھوڑ کر دوبارہ اپنے گھر آنا اور اب پھر وہاں چلے جانا۔ نہیں' یہ اس سے نہیں ہو سکتا تھا۔

اس نے بمشکل خود پر قابو پایا۔

"نہیں خالہ! ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں پتا لگانا چاہیے کہ آخر کون ہے جس نے یہ کام کیا' وہ بھی اس طرح کہ ہمیں کانوں کان خبر نہ ہوئی۔"

"اے بھاڑ میں گئی تمہاری جاسوسی۔ یہ ہی کرنا ہے تو کم از کم مجھے تو میرے بھائی کے ہاں چھوڑ آؤ۔ پھر دل بھر کے سراغ لگاتی پھرنا۔"

"خالہ.....! پلیز ایسے تو نہ کریں۔" اسے رونا آنے لگا۔ "میں تو آپ کو جنم جنم کا ساتھی بنا کر لائی تھی۔"

"خدا نہ کرے جو میں تمہاری جنم جنم کی ساتھی ہوں۔ انشاء اللہ اگلے سال تمہارے خالو واپس آجائیں گے پھر میں تو سیالکوٹ چلی جاؤں گی۔ رہیں تم' تو آنے دو بھائی صاحب کو۔ نہ کروائی چٹ منگنی پٹ بیاہ تو رضیہ نام نہیں۔ عاجز کر مارا ہے تمہاری ہٹ دھرمیوں نے۔"

"بس بھی کریں خالہ! مجھے کچھ سوچنے دیں۔" اس الجھن میں اچانک ہی وہ آواز آئی۔

"ارے عفرا! کیا ہوا۔ یہ تم گاڑی کی چھت پر کیوں چڑھی بیٹھی ہو؟" اس نے پلٹ کر دیکھا۔ فرح ہاتھ میں پیالہ لیے دیوار سے جھانک رہی تھی۔

"کچھ نہیں۔ وہ میں گیراج کا بلب چیک کر رہی تھی۔" اس نے مناسب نہیں سمجھا کہ فرح کو ساری رام کہانی بتائی جائے۔

"گیراج کا بلب؟ مگر وہ تو بھائی تبدیل کر چکے۔"

"کیا؟" عفرا اچھل پڑی۔ جب کہ خالہ شکر کا کلمہ پڑھتے ہوئے اندر چلی گئیں۔

"ہاں....." فرح سادگی سے بتانے لگی۔ "اصل میں تمہارے گیراج کے بلب سے ہمارا برآمدہ بھی تو روشن رہتا تھا۔ تو جب وہ فیوز ہو گیا تو دونوں گھروں میں اندھیرا ہو گیا۔ بھائی نے ایک دو دن تو انتظار کیا۔ پھر بلب تبدیل کر دیا۔ وہ کہہ رہے تھے' اس بلب کے پیسے اور تبدیل کرنے کی اجرت وہ کرائے میں سے کاٹ لیں گے۔"

عفرا نے دانت پیس کر کرایہ اور کرائے دار دونوں کی شان میں زیر لب نازیبا کلمات ادا کیے۔

پھر طنزیہ انداز میں گویا ہوئی۔

"ضرور ضرور۔ کیوں نہیں۔ ان کا حق ہے وہ ایسا ہی کریں۔ مگر کیا تم یہ بتانا پسند کرو گی کہ تمہارے بھائی ہمارے بورشن میں پہنچے کس طرح؟"

"ذرا گھر کے اندر سے چھوٹی میز تو اٹھا لاؤ۔" فرح نے اس کی بات پر دھیان دیے بغیر کہا۔

"کیوں؟ اب تمہیں میز کی کیا ضرورت پڑ گئی؟" عفرا نے بھنویں اچکائیں۔

"تم لاؤ تو۔ ابھی بتاتی ہوں ضرورت بھی۔" فرح نے اصرار کیا تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی میز لے آئی۔

"شاباش' اب ذرا اسے دیوار سے لگا کر ہمارے گھر میں جھانکو۔" مزید ارشاد ہوا۔

عفرا کے سر سے لگی اور تلووں پہ جا کے بجھی۔

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تمہارے بھائی دیوار سے میز لگا کر ہمارے گھر میں کودے۔" اس نے غرا کر کہا۔

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔" فرح نے فوراً تردید کی۔

عفرا کی پیشانی پہ شکنیں نمودار ہوا چاہتی ہی تھیں کہ وہ مزید سادگی سے بولی۔

"انہوں نے میز پر اسٹول بھی رکھا تب کہیں جا کر دیوار پر چڑھ سکے۔ پھر تمہارا وہ آم کا پیڑ ہے ناں' اس کی مدد سے نیچے چھلانگ لگائی۔ اصل میں دیوار خاصی اونچی ہے ناں۔ اس لیے میں نے ہی یہ مشورہ دیا تھا۔"

"شاباش..... بہت بڑا کارنامہ انجام دیا آپ نے۔ ایک تو آپ کے بھائی بندر' دوسری آپ خود۔ کیا جوڑی ہے۔ واہ واہ....." اس نے تالیاں بجا کر داد دی۔

"سنو..... کیا تم ہمارے خلوص کا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہی ہو؟" فرح نے اس کے الفاظ اور انداز پر تھوڑا غور کرنے کے بعد پوچھا۔

"نہیں' میں تو واری صدقے ہو رہی ہوں تمہاری اور تمہارے بھائی کی اس دخل اندازی پہ۔" عفرا غضب ناک ہو گئی۔ "میں پوچھتی ہوں ان کی جرات

کیسے ہوئی ہمارے گھر میں اس طرح داخل ہونے کی۔ سمجھ کیا رکھا ہے انہوں نے؟ کہ ہم لوگ اکیلے ہیں تو وہ جو دل میں آئے' کرتے پھریں۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے۔ چھوٹے ماموں رات کو یہیں سوتے ہیں۔" یہ جھوٹ اس نے جان بوجھ کر بولا تھا۔

"حد ہو گئی عفرا تم تو خواہ مخواہ میں غصے میں آجاتی ہو۔ تمہارے اسی مزاج سے خائف ہو کر ہی تو بھائی نے اتنا خطرناک طریقہ اختیار کیا۔ ان کی ٹانگ ٹوٹنے کا خطرہ بھی پیدا ہو گیا تھا۔" فرح نے مزید انکشاف کیا۔

"ٹانگ تو میں ہی توڑ دیتی۔ اگر نظر پڑ جاتی۔" عفرا بڑبڑائی۔

"مجھے بھی پتا نہیں کیا ضرورت تھی سب کچھ سچ سچ بتانے کی۔ سوچا تھا تم شکریہ ادا کرو گی اس مدد کا۔ لیکن تم تو..... خیر اب یہ حلیم رکھی ہے۔ موڈ ہو تو کھا لینا ورنہ ماسی کو دے دینا۔ ایک تو ہماری امی کو بھی بہت شوق ہے۔ پڑوسیوں کے حقوق بھگتانے کا۔"

"حلیم.....!" اس کی رال ٹپک پڑی۔ اب صورتحال یہ تھی کہ حلیم کا پیالہ سامنے نظر آرہا تھا اور وہ بے بسی سے اس تک رسائی کی ترکیبیں سوچ رہی تھی۔ بالآخر وہی میز کام آئی جو وہ فرح کے حکم پر باہر لے کر آئی تھی۔

☼ ☼ ☼

"آہا خالہ.....! اس دفعہ تو آموں پر زبردست بہار آئی ہے۔"

"بھلا آموں پر بہار کہاں سے آسکتی ہے؟ آم تو خالصتاً" گرمیوں کے پھل ہیں۔" خالہ نے سلائی مشین پر جھکے جھکے اس کی تصحیح کی۔

"اُفوہ محاورتاً" کہہ رہی ہوں۔ دیکھیں ناں' کیا زبردست کیریاں لگی ہیں۔ تھوڑے دنوں میں یہ بڑی ہو جائیں گی پھر میں روز صبح شام آم ہی آم کھاؤں گی۔"

"تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے عام دنوں میں کچھ کھانے کو نہیں ملتا۔ میں جو مری جاتی ہوں تمہاری پسند کے کھانے بنانے کے لیے' تو سب بے کار ہے۔"

خالہ برا مان گئیں۔

"آپ بھی نا خالہ! بابا میں محاورتاً" کہہ رہی تھی۔" اس نے زچ ہو کر کہا۔

"ایک تو تم محاورے بہت بولتی ہو۔" خالہ دوبارہ سلائی مشین پہ جھک گئیں۔ پھر نہ جانے کیا خیال آیا تو بولیں۔

"مگر بیٹا! اس کا خیال رکھنا کہ پڑوسیوں کے بھی حقوق ہوتے ہیں۔ جب آم پک جائیں تو ایک ٹوکری ساتھ والے....."

"ہرگز نہیں....." اس نے سختی سے ان کی بات کاٹی۔ "میں ٹوکرے بھر بھر کر محلے کے ہر گھر میں آم بھیجنے کو تیار ہوں۔ لیکن ساتھ والوں سے آپ کی مراد اگر یہ نامعقول کرائے دار ہیں تو میں ہرگز ان کے ہاں کچھ نہیں بھیجوں گی۔"

"بری بات' ایسے نہیں کہتے۔" خالہ نے ٹوکا۔

"مت بھولو کہ وہ لوگ بھی اکثر کچھ نہ کچھ بھجواتے رہتے ہیں۔"

"رہتے ہیں نہیں' رہتی ہیں۔" اس نے بھنا کر تصحیح کی۔ "صرف آنٹی تھوڑی بہتر خاتون ہیں' ورنہ ان کے دونوں سپوت تو کسی قابل نہیں ہیں۔ سو آنٹی کو تو میں گھر پر انوائٹ کر لوں گی۔ باقی رہا گھر بھیجنے کا سوال تو اسے آپ رہنے ہی دیں۔ وہاں تو سوائے اس افغان بدتمیز کے اور کوئی نہیں کھا سکے گا۔"

ابھی وہ یہ کہہ ہی رہی تھی کہ اچانک آم کے پیڑ میں ارتعاش پیدا ہونے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں سب کچھ ہلتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

"یا اللہ یہ کیا ہو رہا ہے؟" وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ "کیا زلزلہ آگیا؟"

لیکن پھر اسے خود ہی احساس ہوا کہ زمین نہیں صرف آم کا پیڑ ہل رہا تھا' بلکہ ہلایا جا رہا تھا۔ دیوار کی دوسری طرف سے کسی لمبے ڈنڈے کی مدد سے درخت کی بری طرح پٹائی کی جا رہی تھی۔ جس کے نتیجے میں کئی کیریاں ٹوٹ کر زمین پر آرہی تھیں۔

"ٹھہرو..... روکو..... کون ہے یہ بدتمیز؟" وہ چیخ چیخ کر

عاجز آگئی تب کہیں جا کر یہ کارروائی تھمی۔

تھوڑی دیر بعد منڈیر کے دوسری جانب سے وہی چہرہ طلوع ہوا جس سے اسے ازلی چڑ تھی۔

"جی فرمائیے؟"

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ.....؟" وہ غرائی۔

"کیریاں توڑ رہا ہوں۔" انتہائی سادگی سے جواب ملا۔

"مگر کیوں۔ آپ کو اتنا احساس نہیں ہے کہ ابھی وہ کچی ہیں۔" وہ تلملا کر بولی۔

"ہے تو لیکن آپ کے خطرناک ارادے سُننے کے بعد مجھ میں انتظار کی تاب نہ رہی۔ ویسے بھی کیا فائدہ ان کے پکنے کا' جب اس میں میرا کوئی حصہ ہی نہیں ہے۔"

وہ دانت پیس کر رہ گئی۔ ایک تو جوش میں اس کی آواز ضرورت سے زیادہ ہی بلند ہو جاتی تھی۔ ادھر پھر درخت کی پٹائی شروع ہو چکی تھی۔

"دیکھیں' آپ کو بہت گناہ ملے گا۔"

"اور آپ کو نہیں ملے گا۔ مجھے ایسے درخت کے پھل سے محروم رکھنے کا پلان بنا کر' جس کا آدھا سایہ میرے آنگن میں پڑتا ہے۔"

"آپ کا آنگن؟" اس کا ضبط پھر جواب دے گیا۔ "یہ آپ کا نہیں' میرا آنگن ہے۔ آپ صرف کرائے دار ہیں۔"

"ہاں تو جب تک ہم کرایہ دے رہے ہیں تب تک ہماری جو مرضی آئے کریں گے۔ آپ نے جو کرنا ہو کر لیں ہم تو کیریاں ضرور توڑیں گے۔

ویسے بھی شیخ چلیوں کے بنائے گئے پروگرام سننے سے تو بہتر یہی ہے کہ ہم کیریوں کا اچار ڈال کر آپ کی خدمت میں پیش کریں۔"

"اچار..... اچار تو میں ڈالوں گی تمہارا۔" وہ غصے سے تلملاتے ہوئے اندر چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد خالہ بھی آگئیں۔ اسے انتہائی بگڑے ہوئے موڈ میں دیکھ کر سمجھانے لگیں۔

"بس اب غصہ تھوک دو۔ زیادہ کیریاں نہیں توڑیں اس نے۔"

"آپ نے ہی شہ دے رکھی ہے۔" وہ پھٹ پڑی۔ "آپ ساتھ دیں تو میں آج ہی پاپا کو لکھ کر ان ظالموں سے اپنا گھر خالی کروا لوں۔" وہ پھٹ پڑی۔

"وہ بے چارے کیا بگاڑ رہے ہیں تمہارا۔ وقت پر کرایہ دے دیتے ہیں۔ افغان اپنے گھر کے بل ادا کرنے جاتا ہے تو ساتھ میں مجھ سے بھی لے جاتا ہے۔ سودا سلف منگوانے میں بھی وہ پوچھ لیتے ہیں۔ پھر بھی تمہیں اعتراض رہتا ہے۔"

خالہ کی نصیحتیں پھر شروع ہو گئی تھیں۔ مگر وہ اس وقت کچھ نہیں سن رہی تھی۔ اس کا ذہن اب صرف کیریوں کا بدلہ لینے کی ترکیبیں سوچ رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

ساون آئے ساون جائے
تجھ کو پکاریں گیت ہمارے

پڑوس سے گانے کی آواز اس کے کانوں میں سوراخ کیے دے رہی تھی۔

"اُفوہ! اتنی بھونڈی آواز پہ گانے کا شوق.....!"

قریب تھا کہ وہ اٹھ کر اندر چلی جاتی کہ فرح کی آواز کانوں میں پڑی۔

"کیا ہے بھائی..... یہ چلچلاتی گرمیوں میں آپ ساون کا راگ کیوں الاپ رہے ہیں۔"

"تو اور کیا کروں۔ اس نالائق باتھ روم کا شاور ہی ایسا ہے۔ کبھی پانی تیزی سے آتا ہے' کبھی بالکل کم ہو جاتا ہے۔ وہ کنجوس مالکہ مکان تو کچھ ٹھیک نہیں کروائے گی۔ سوچ رہا ہوں کہ خود ہی کچھ پیسے خرچ کر لوں تاکہ ساون آتا ہی رہے' جائے نہیں۔"

ان کے حصے میں آنے والے پورشن میں صرف ایک ہی باتھ روم تھا۔ جو کہ صحن کی طرف بنا ہوا تھا۔ اسی لیے آواز یہاں تک آرہی تھی۔ کچھ وہ چیخ چیخ کر غالباً" بول بھی اسی لیے رہا تھا تاکہ اسے سنا سکے۔

معاً" اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"ساون تو اب ایسا جائے گا کہ تم روتے پھرو گے۔" کیریوں کا انتقام لینے کا اس سے بہتر موقع شاید پھر نہ

ملے۔ اس نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔ پانی کا مین والو اس کے پورشن میں ہی تھا۔ چپکے سے اٹھی اور جا کے بند کر دیا۔

پڑوس سے آتی گانے کی آواز یکلخت بند ہو گئی۔

"اف! یہ ساون کو کیا ہو گیا' فرح کی بچی! دیکھو پانی کیوں بند ہو گیا۔"

"کچھ نہیں بھائی! آپ شاور کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ ناراض ہو کر اس نے بالکل ہی جواب دے دیا۔ اب اچھے بچوں کی طرح باہر تشریف لے آئیں اور جا کر پلمبر کو تلاش کریں۔"

"کیسے تشریف لے آؤں۔" دردناک آواز ابھری۔

"میں نے منہ پر صابن لگایا ہوا ہے۔ آنکھوں میں مرچیں لگ رہی ہیں۔"

"اچھا..." مگر صابن کے فارمولے میں مرچوں کا تو کہیں ذکر نہیں ہوتا۔"

"جہنم میں گئی تمہاری کیمسٹری' ارے میں کہہ رہا ہوں اس مشکل کا حل نکالو' کہیں سے تھوڑا پانی لے کر آؤ۔"

"کہاں سے لاؤں؟ پانی تو صحن کے نلکے میں بھی نہیں آرہا۔" فرح نے بے بسی سے کہا۔

"پھر تو یہ ضرور کوئی سازش ہے۔ بارڈر سے رابطہ قائم کرو۔" صلاح دی گئی۔

تھوڑی دیر بعد فرح صاحبہ نمودار ہوئیں تو وہ معصوم شکل بنائے کیاریوں میں لگے پھولوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"پانی کو کیا ہوا ہے؟" سختی سے سوال ہوا۔

"مجھے کیا پتا' میں کوئی واٹر بورڈ میں عہدے دار لگی ہوں؟"

"واٹر بورڈ کی عہدے دار نہ سہی' اس گھر کی ٹھیکے دار تو یہی ہی ہوئی ہو۔ شرافت سے بتاؤ' پانی کس طرح بند ہوا؟" آج تو فرح کے تیور بھی بدلے بدلے تھے اور کیوں نہ ہوتے' اس کے بھائی کے واویلے ابھی تک جاری تھے' جسے سن سن کر عفرا کے دل میں ٹھنڈک سی اترتی جا رہی تھی۔

"میں کچھ نہیں جانتی' بالکل اسی طرح جیسے مجھے یہ نہیں پتا تھا کہ میرے گیراج کا بلب کب تبدیل ہوا۔"

"اوہو! یہ بات ہے۔" فرح چونکی پھر اس نے رضیہ خالہ کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔

عفرا مسکراتی ہوئی اندر چلی گئی۔ اسے پتہ تھا کہ اب خالہ آکر والو درست کر دیں گی۔ مگر تب تک افنان کی چیخ پکار اس کا انتقام پورا کرنے کے لیے کافی تھی۔

یونہی کرائے داروں سے الجھتے ہوئے دو مہینے گزر گئے۔ عفرا بی بی کو خبر تک نہ ہوئی۔ ہاتھوں کے طوطے تو تب اڑے جب خالہ نے سامان پیک کرنا شروع کر دیا۔

"یہ کیا کر رہی ہیں خالہ؟" وہ بری طرح بوکھلائی ہوئی ان کی مصروفیت کو دیکھ رہی تھی۔

"کرنا کیا ہے۔ اپنے گھر جانے کی تیاری کر رہی ہوں۔ خیر سے تمہارے خالو واپس آگئے ہیں اور مجھے فوراً" واپس بلایا ہے۔"

انہوں نے پر مسرت لہجے میں اطلاع فراہم کی جو عفرا کے لیے ہرگز خوشگوار نہ تھی۔

"اب میرا کیا ہو گا خالہ؟" وہ رو دینے کو تھی۔ خالہ کو رحم آگیا۔

"ایسا کرو' تم بھی میرے ساتھ چلو۔ وہیں رہ لینا۔ ہمارا گھر بھی تو کافی بڑا ہے۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" وہ بری طرح بدک گئی۔ "ایسا ہی کرنا ہوتا تو ماموں کا گھر کیا برا تھا؟"

"تو پھر اب خود ہی فیصلہ کر لو کہ تمہیں کیا کرنا ہے' میں تو بہر حال جا رہی ہوں۔"

خالہ نے صاف لفظوں میں اسے مایوس کر دیا۔

☼ ☼ ☼

اور اب صورتحال یہ تھی کہ اس کی حالت خراب تھی۔

خالہ کی پیشکش تو اس نے رد کر دی تھی۔ ماموں کا فون اور رسمی دعوت بھی بصد شکریہ لوٹا دی۔ اور رہ گئے پڑوسی تو ان سے کبھی دوستی رکھی ہی نہ تھی کہ اس وقت

خیال کرتے چنانچہ اب جوں جوں اندھیرا پھیل رہا تھا خوف اس کے اندر بسیرا کر رہا تھا۔

لاکھ سونے کی کوشش کی مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور۔

ایسے میں باہر ہلکا سا کھٹکا ہوا۔

ایک لمحے کو تو وہ چونک ہی اٹھی۔ پھر لاحول پڑھتے ہوئے دوبارہ جا لیٹی۔

"یہ یقیناً" میرا وہم تھا۔" اس نے خود کو سمجھایا۔

مگر تھوڑی ہی دیر بعد دوبارہ کھٹکا ہوا۔

اس نے پھر خود کو سمجھانا چاہا' مگر کامیاب نہ ہو سکی کیونکہ اب یہ آواز دستک میں تبدیل ہو چکی تھی۔

کوئی یقیناً" دروازے پر تھا۔

"اف! کیا کروں۔"

دہشت کے مارے اس کی آواز ہی بند ہو چلی تھی۔ ورنہ چیخ کر فرح کی امی کو ہی بلا لیتی —— ادھر دستک تیز ہونا شروع ہوئی ادھر اس کے ہوش ساتھ چھوڑنے لگے۔ اب تو شاید کچھ آوازیں بھی آرہی تھیں۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ ان آوازوں کو سمجھ پاتی اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔

☼ ☼ ☼

ہوش آیا تو سامنے جانی پہچانی ہستی کھڑی تھی۔

"پاپا...!" وہ بلک پڑی۔

"ہوش میں آؤ عفرا۔ یہ کیا بچپنا ہے۔" انہوں نے نرمی سے کہا۔

اس نے آنسو روکنا چاہے مگر کسی طرح کامیاب نہ ہو سکی۔

"بس اتنا ہی سا دل تھا جس پر اکیلے رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔" انہوں نے نرم لہجے میں سرزنش کی۔

"آپ نے بھی تو بہت زیادتی کی۔" اس نے گلہ کیا۔ "پہلے ممی گئیں پھر آپ نے تنہا کر دیا۔"

پاپا خاموش رہے لیکن ان کے چہرے پر تاسف نمایاں تھا۔

بہت دنوں بعد آج وہ سکون سے سوئی تھی۔

مگر اگلے ہی دن سارا سکون غارت ہو گیا جب پتہ چلا کہ پاپا افنان کا رشتہ اس کے لیے قبول کر چکے ہیں۔ اور کچھ سننے کو تیار نہیں۔

"بس میں نے کہہ دیا... افنان سے بہتر لڑکا تمہارے لیے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اچھا ہے وہ تمہیں سیدھا کر کے بھی رکھے گا۔ بہت ہٹ دھرم ہو گئی ہو تم۔"

وہ بے بسی کی حالت میں بیٹھی دانت پیس رہی تھی۔

"میں افنان کے پورے خاندان کو جانتا ہوں۔ بہت اچھے لوگ ہیں۔ یونہی نہیں یہ گھر ان کے حوالے کیا تھا۔ افنان بھی بہت تمیز والا بچہ ہے۔"

"تمیز؟"

"لائق بھی بہت ہے۔"

"لیجیے اور سنیے۔"

"سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ میرے دوست کا بیٹا ہے۔"

"لو بھئی قصہ ہی پاک ہوا۔"

اور وہ سر جھکا کر رہ گئی۔ پتا تھا کہ پاپا کو رشتہ داروں سے بھی بڑھ کر دوست عزیز تھے۔

"لیکن میری ایک شرط ہے۔" بہت سوچنے کے بعد اس نے بالآخر کہنا شروع کیا۔

"پہلے تو آپ پانی اور بجلی کے بل کی ادائیگی اس کے ذمے لگوائیں۔ دوسرے مجھے ایک موبائل دلوا دیں۔ میں اپنا فون اس نامعقول کے ساتھ ہرگز شیئر نہیں کر سکتی۔"

"کیا کہا...؟" پاپا کڑک کے' وہ ڈر کر پھر چپ ہو گئی۔

پاپا طمانیت سے مسکرا دیے تھے۔